آبِ حیات پر چند تنقیدات۔ ایک جائزہ

(حافظ محمود شیرانی، قاضی عبدالودود اور مسعود حسن رضوی ادیب کے خصوصی حوالے سے)

طیبہ نگہت ☆

Abstract:

"Bagh-o-Bahar" by Mir Amman Dehli and "Aab-e-Hayat" by Mohammad Hussain Azad are considered two the best books of Urdu Literature. Both books are admired due to their unique and ornate style of writing Aab-e-Hayat is the beatiful amalgam of informations of tazkaras and unsight of criticisms. Inspite of various merits of this book there are some demerits as well. Hafiz Mehmood shirani and Qazi Abdul Wadood are harsh critics of this book. While Masood Hassan Rizvi Adeeb seems to be advocate Azad. In this article different criticisms of Aab-e-Hayat has been viewed and analysed the authenticity of this book.

مظہر محمود شیرانی کے بقول حافظ محمود شیرانی نے ''آبِ حیات '' پر تنقید کی ابتدا آغا محمد باقر صاحب کی درخواست پر کی تھی۔ شیرانی صاحب کی تنقیدات پر آغا صاحب نے ناخوشی کا اظہار کیا جس کے باعث یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

حافظ محمود شیرانی کی تنقید تین قسطوں میں اورینٹل کالج میگزین کے اگست ۱۹۴۱ء، نومبر ۱۹۴۱ء اور فروری ۱۹۴۲ء کے شماروں میں شائع ہوئی۔ افسوس کہ یہ علمی کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ حافظ محمود شیرانی رقم طراز ہیں:

> ''اُردو نثر میں دو کتابیں ایسی ہیں کہ جب تک اُردو زبان قائم ہے، ان کو حیاتِ جاوید حاصل رہے گی۔ ان میں سے پہلی گزشتہ صدی کی ابتدا میں اور دوسری اس کے خاتمے میں تالیف ہوئی ہے۔ پہلی کا نام ''باغ و بہار'' ہے جو میر امن کی تصنیف ہے۔ دوسری کا نام ''آبِ حیات'' ہے جو شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد کی یادگار ہے۔ باغ و بہار میں زبان اور محاورے کا لطف ہے۔ آبِ حیات ان خوبیوں کے علاوہ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

طرز ادا میں بانکپن، سلاست کے ساتھ رنگینی، بیان کی شیرینی، ترکیب و بندش کی خوش نمائی، زبان کے لطف اور نزاکتِ مضمون کی خصوصیات سے ممتاز ہے۔ مولانا آزاد صاحبِ طرز ہیں۔ان کی طرز نہ ان سے پہلے وجود میں آئی تھی نہ ان کے بعد اس کی کوئی تقلید کر سکا۔ فارسی میں ابوالفضل اور ظہوری کے مقلد پیدا ہو گئے مگر آزاد کا ابھی تک کوئی مقلد پیدا نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا آزاد اپنے انداز کے آپ ہی موجد تھے اور آپ ہی خاتم تھے۔"(۱)

حافظ محمود شیرانی نے آزاد کے اسلوب کی تعریف کی ہے اور آبِ حیات کی تصنیف و تالیف میں پیش آنے والی مشکلات کی طرف اشارہ کر کے آزاد کی محنت شاقہ اور ہمت کی داد دی ہے۔ آبِ حیات پہلی مرتبہ ۱۸۸۰ء میں چھپی۔حافظ محمود شیرانی نے آبِ حیات کے غائر مطالعے کے بعد متعدد اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔بقول حافظ محمود شیرانی:

"مولانا کا یہ بیان کہ اُردو زبان شاہجہان کے اُردو کی طرف منسوب ہے، ثبوت کا محتاج ہے کیونکہ شاہجہانی عہد میں اُردو پر زبان کے معنی کا اطلاق نہیں ہو رہا۔ ہمارے بزرگوں کے اذہان میں یہ تخیل نہایت خوش آئند معلوم ہوتا ہے کہ نئے شہر کی تعمیر کے ساتھ نئی زبان کی ترویج بھی عمل میں آئی ہو۔ حالانکہ زبان کی نسبت شہر کے ساتھ ہے نہ شاہجہان کے ساتھ۔ جب تک شہر کا نام دہلی تھا وہاں کی زبان 'زبان دہلی' کہلائی؛ جب اس کا نام شاہجہان آباد رکھا گیا، زبان کا نام بھی شہر کی نسبت سے قدرتاً زبان شاہجہان آباد رکھا گیا۔"(۲)

مولانا آزاد نے اُردو زبان کے متعلق لکھا ہے کہ اسی زبان کو ریختہ بھی کہتے ہیں۔ شیرانی نے "پنجاب میں اُردو" میں کافی بحث کی ہے۔ شیرانی مولانا آزاد کی رائے کو تسلیم نہیں کرتے۔ حافظ محمود شیرانی کے خیال میں ریختہ کی یہ وجہ تسمیہ درست نہیں ہے۔ حافظ محمود شیرانی نے اس لفظ کی ایک تشریح یہ بھی کی ہے:

"ریختن اور معنوں سے قطع نظر، موزوں کرنے اور ڈھالنے کے معنی بھی دیتا ہے۔ اسی بنا پر امیر خسرو کی اصطلاح میں ایسا سرور ہے جس میں ہندی اور فارسی اشعار یا مصرعے یا فقرے جو مضمون، تال اور راگ کے اعتبار سے متحد ہوں، پائے جائیں جیسے قول اور ملمع ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ اصطلاح ایسے کلام موزوں کیلئے خاص ہو گئی جس میں فارسی اور ہندی الفاظ یا فقروں کو ترتیب دیا گیا ہو۔"(۳)

''آزاد ''آبِ حیات''(ص ۲۲)'میں مختلف لفظوں کی اصل بتاتے ہوئے لکھتے ہیں ''میز''نامعلوم۔ پھر حاشیے میں اضافہ کرتے ہوئے۔میز دری زبان میں ترجمہ ٹیبل کا ہے۔ مگر اُردو کو یہ لفظ فارسی مر وجہ سے نہیں ملا، صاحب لوگوں سے پہنچا ہے۔''

حافظ محمود شیرانی اس پر اضافہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ فارسی میں ایک لفظ میزبان ہے جس میں ''بان'' لاحقہ ہے اور میز وہی چیز ہے جسے انگریزی میں ٹیبل کہتے ہیں۔پہلوی میں ''میج''اور ژندی میں ''میز''ٹیبل کیلئے آتا ہے۔

محمد حسین آزاد نے نیلام کو پرتگالی لفظ بتایا ہے۔حافظ محمود شیرانی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نیلام جسے کبھی لیلام بھی بول دیا جاتا ہے۔پرتگالی کے ذریعے عربی زبان سے آرہا ہے۔پرتگالی میں لیلاؤ (Leilo) جس کی اور شکلیں Leylon,Laylon,Lailan ہیں جو اپنی عربی اصل ''اعلان''اور ''الاعلان'' سے جاملتی ہیں۔(۴)

آزاد لکھتے ہیں:

''ولی احمد آباد گجرات کے رہنے والے تھے۔''(۵)

اور حاشیے میں اضافہ کیا ہے۔" دیکھو تذکرۂ حکیم قدرت اللہ قاسم، مگر تعجب ہے کہ میر تقی نے اپنے تذکرے میں اورنگ آبادی لکھا ہے۔" شیرانی لکھتے ہیں کہ آزاد کو سہو ہوا ہے کیونکہ مجموعۂ نغز میں دلی کو دکنی لکھا گیا ہے۔ حافظ محمود شیرانی نے آبِ حیات میں ولی کے ذکر پر بعض لغزشوں کی نشاندہی کی ہے۔

آزاد لکھتے ہیں:

''کبھی کبھی خواجہ حافظ کی طرح بادشاہ وقت کے نام سے اپنے شعر کو شان و شکوہ دیتے تھے چنانچہ ولی کی تصنیفات میں سے ایک غزل میں کہتے ہیں:

دل ولی کا لے لیا دلی نے چھین

جا کہو کوئی محمد شاہ سوں"(۶)

شیرانی لکھتے ہیں کہ ''گل رعنا''میں حکیم عبدالحیٔ بھی مولانا کے ہم آواز ہیں لیکن شعر ہذا نہ ولی کی ملک ہے اور نہ دیوان ولی میں موجود ہے۔یہی شعر کسی قدر اختلاف کے ساتھ شفیق اورنگ آبادی نے ''چمنستان شعرا''میں شرف الدین کے نمونہ کلام میں درج کیا ہے۔چنانچہ:

اس گدا کا دل لیا دلی نے چھین
کو ئی کہے جا کر محمد شاہ سوں

آزاد نے محمد احسن احسن کے ذیل میں لکھا ہے۔"احسن تخلص محمد احسن نام"(۷)

شیرانی نے مجموعۂ نغز کے حوالے سے لکھا ہے کہ اصل نام محمد احسن اللہ گردیزی ہے۔شیرانی نے بعض دیگر تذکروں کے حوالے بھی دیے ہیں کہ اصل نام محمد احسن نہیں بلکہ احسن اللہ ہے۔خود مولانا آزاد نے آبِ حیات (ص۱۰۸) پر احسن کا جو شعر بطور نمونہ دیا ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

یہی مضمون خط ہے احسن اللہ
کہ حسن خو برویاں عارضی ہے

حافظ محمود شیرانی نے مرزا مظہر جان جاں کے ذیل میں آزاد کے بیانات پر سخت اعتراضات کیے ہیں۔مرزا مظہر کے ذکر میں مولانا فرماتے ہیں کہ حالات اور سال تاریخ وغیرہ "معمولات مظہری " سے لیے گئے ہیں مگر راست یہ ہے کہ جس قدر توجہ مولانا کو ان پر مبذول کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔مرزا مظہر کے متعلق یہ عذر نہیں کیا جا سکتا کہ "پھول ہاتھ نہ آئے جو لڑی پروتا" بلکہ برعکس کثرت مواد کی شکایت ہو سکتی ہے،نہ قلت مواد کی۔مگر حضرت مولانا نے تمام تذکروں اور تاریخوں کو پس پشت ڈال کر چند بے سروپا اور بے سند باتیں پیش کر دی ہیں۔

مولانا اپنے افتتاحی فقرے میں لکھتے ہیں:

"اگرچہ نظم کے جوش وخروش اور کثرت کلام کے لحاظ سے میر و سودا کے ساتھ ان کا نام لیتے ہوئے تامل ہوتا ہے۔"(۸)

بقول حافظ محمود شیرانی گویا مولانا "آبِ حیات" کے دربار نشینوں میں ان کو روشناس کرواتے ہوئے معذرت خواہ ہیں،حالانکہ مرزا مظہر اُردو شاعری کے ابتدائی معماروں میں سے ہیں۔ابھی میر و مرزا کا اُردو کے میدان میں پتا بھی نہیں تھا کہ مرزا صاحب نے ریختہ کو ایہام گوئی کی لغویت سے پاک کر کے فارسی کی عام شاہراہ پر ڈال دیا تھا۔مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا اس موقع پر جادہ مستقیم سے ہٹ کر ایسے میدانوں میں نکل گئے ہیں جن کا ادب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اول سے آخر تک ان کا قلم بے چارے مرزا کی ہجو ملیح میں مصروف ہے۔ آزاد نے مرزاصاحب کی حسن پسندی کو ان کی شہادت کی وجہ بتایا ہے۔ حافظ محمود شیرانی نے آزاد کو مورد الزام ٹھہرایا ہے۔

اگرچہ مسعود حسن رضوی ادیب نے اپنی کتاب 'آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ' میں مرزا جان جاں کی حسن پسندی کے ثبوت میں معمولات مظہری، مقاماتِ مظہری، رائے بھگوان داس کی سفینۂ ہندی، مصحفی کی ''عقد ثریا'' اور تذکرۂ ہندی، شیفتہ کی گلشن بے خار مرزا علی لطف کی گلشن ہند، منشی عبد الکریم کی طبقات شعراء نے ہند اور سعادت خاں ناصر کی خوش معرکہ زیبا، کے متعدد حوالے دیے ہیں اور آزاد کی حمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حقیقت یہ ہے کہ تصوف کے مسلک میں حسن پرستی اور عاشق مزاجی عیب نہیں، ہنر ہے۔''(۹)

شیرانی کا کہنا ہے کہ مولانا آزاد کا نداز بیاں مرزا مظہر کے معاملے میں نہایت قابل اعتراض اور ذو معنی ہے۔ شیرانی نے آزاد کے اس بیان پر بھی اعتراض کیا ہے جو انہوں نے سودا اور جعفر زٹلی کے متعلق تحریر کیا ہے۔

آزاد لکھتے ہیں:

> ''جب مرزا رفیع لڑکے تھے، اس وقت میر جعفر زٹلی کا بڑھاپا تھا۔ اگلے وقتوں کے لوگ رنگین جریبیں جن پر نقاشی کا کام ہوتا تھا، اکثر ہاتھ میں رکھا کرتے تھے۔ ایک دن شام کے قریب میر موصوف ایک سبز رنگ جریب ٹیکتے ٹہلنے کو باہر نکلے۔ مرزا بغل میں کتابوں کا جزدان لیے سامنے سے آتے تھے اس زمانے میں ادب کی بڑی پابندی تھی۔ بزرگوں کو سلام کرنا اور ان کی زبان سے دعا لینے کو بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ مرزا نے جھک کر سلام کیا اور انہوں نے خوش ہو کر دعا دی چونکہ بچپن میں ہی مرزا کی موزونی طبع کا چرچا تھا، میر صاحب کچھ باتیں کرنے لگے۔ مرزا ساتھ ہو لیے، انہوں نے نوخیز کے بڑھانے کیلئے کہا کہ مرزا بھلا ایک مصرع پر مصرع تو لگاؤ:
>
> ع لالہ در باغ باغ چوں دارد
>
> مرزا نے سوچ کر کہا:
>
> ع عمر کوتاست غم فزوں دارد
>
> میر صاحب نے فرمایا۔ واہ مرزا، دن بھر کے بھوکے تھے''ہ''

کھا گئے۔ مرزا نے پھر کہا:

ع از غم عشق سینہ خون دارد

میر صاحب نے فرمایا: واہ بھئی ،دل خون ہو تا ہے، جگر خون ہو تا ہے، بھلا سینہ کیا خون ہو گا؟ سینہ پر زخون ہو تا ہے۔ مرزا نے پھر ذرا فکر کیا اور کہا:

ع چہ کند سوزش دروں دارد

میر صاحب نے کہاہاں مصرع تو ٹھیک ہے لیکن ذرا طبیعت پر زور دے کر کہو۔ مرزا دق ہو گئے تھے۔

جھٹ کہہ دیا:

ع یک عصا سبز زیر کوں دارد

میر جعفر ہنس پڑے اور جریب اٹھا کر کہا۔ کیوں یہ ہم سے بھی،

دیکھ دیکھ کہوں گا تیرے باپ سے۔

بازی بریش بابا ہم بازی۔ مرزا لڑکے تو تھے ہی، بھاگ گئے۔"(۱۰)

شیرانی لکھتے ہیں کہ مولانا کی سحر بیانی نے اس قصے کو بالکل حقیقت کا رنگ دے دیا۔ ہم اس کی دل آویزی اور دل کشی پر لوٹ جاتے ہیں مگر یہ قصہ اپنی قدیمی شکل میں بالکل مختلف تھا۔ میر حسن دہلوی جو مولانا سے ایک صدی پیشتر گزرے ہیں۔ اس قصے کو خود جعفر زٹلی کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ چنانچہ:

نقل است کہ روزی پیش مرزا بیدل رفت مرزا در فکر مصرعی مصروف بودند، ملتفت نشدند پرسید کہ صاحب و قبلہ کدام مصرعے فرمودہ اند گفت بلی و آن این مصرع بود: ع لالہ بر سینۂ داغ چوں دارد میر مسطور گفت درین تامل چیست: ع چوبکی سبز زیر ---۔ دارد میرزا ازیں معنی بھم بر آمد زور چیزی دادہ رخصت نمود۔

شیرانی لکھتے ہیں کہ اس قدیم شہادت کے موجود ہوتے ہوئے سودا کے ساتھ اس قصے کا انتساب بے اصل ٹھہر تا ہے۔ حافظ محمود شیرانی کے ان چند اعتراضات کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ حافظ شیرانی تحقیق کے میدان کے نابغہ ہیں۔ وہ تحقیق و تنقید کے نشیب و فراز پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ انہیں قدیم تاریخ اور تذکروں سے بھی گہری واقفیت ہے۔ آبِ حیات میں مولانا کی تحقیقی اور تاریخی تسامحات پر انہوں نے جس وقت نظری سے بحث کی ہے وہ ان کے تبحر علمی پر دال ہے۔

آبِ حیات پر ہونے والی تنقیدات میں قاضی عبدالودود کا ذکر ضروری ہے۔ قاضی عبدالودود تحقیق و تنقید کا ایک معتبر نام ہے۔ قاضی صاحب نے اپنی کتاب ''محمد حسین آزاد بحیثیت محقق'' میں آبِ حیات کی لگ بھگ تین سو لغزشوں کی نشاندہی کی ہے۔

قاضی صاحب کی تنقید کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

آزاد نے آبِ حیات میں لکھا ہے کہ خسرو بی چمو کے یہاں حقہ پیا کرتے تھے۔ قاضی عبدالودود لکھتے ہیں:

''تنبا کو خسرو کے زمانے میں ہندوستان میں نہ تھا یہ بات عام طور پر معلوم ہے حقے سے کچھ اور مراد ہے تو آزاد کو اس کی وضاحت کرنی تھی۔''(۱۱)

آبِ حیات میں درج ذیل شعر سودا سے منسوب ہے:

دوے صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

قاضی عبدالودود رقم طراز ہیں: آبِ حیات کے ایک نسخے (مطبوعہ ۱۹۱۷ء) میں یہ شعر سودا سے منسوب ہے۔ کلیات سودا کے ایک نامعتبر نسخے میں پوری غزل موجود ہے لیکن یہ کلیات سودا کے کسی قابل اعتبار نسخے میں یہ شعر نہیں ملتا البتہ تذکرہ حسن و گلزار ابراہیم وغیرہ میں شیدا شاگرد سودا کے نام سے ہے اور کوئی معقول وجہ اس کی نہیں کہ وہ اس کا مصنف نہ سمجھا جائے۔

قاضی عبدالودود کے طرز تحقیق و تنقید کے اجمالی جائزے سے معلوم ہو گا کہ وہ نہایت باریک اور وسیع المطالعہ شخص ہیں۔ جزئیات پر ان کی نظر بہت گہری ہے اور انہوں نے آبِ حیات کی ہر سطر اور ہر لفظ کو گویا تنقید کے محدب شیشے تلے رکھ کر دیکھا ہے۔ قاضی صاحب تحقیق و تنقید کے تمام اسرار و رموز سمجھتے ہیں اور انہوں نے مولانا آزاد کی لغزشوں پر بجا طور پر گرفت کی ہے۔ وہ آزاد کی عظمت کے قائل بھی ہیں لیکن تحقیق کے میدان میں وہ کسی مرغوب شخصیت سے بھی مر عوب دکھائی نہیں دیتے۔ وہ لگی لپٹی رکھے بغیر سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہتے ہیں۔

قاضی صاحب آبِ حیات میں اغلاط کی نشاندہی کر کے اصل بات کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ کہیں کہیں اختصار کے ساتھ چند باتیں بیان کر دیتے ہیں۔ ان کے اعتراضات اور وجوہات ہیں۔ اختصار اور جامعیت کا وصف بہت نمایاں ہے۔ ان کا لب و لہجہ بہت متین اور سنجیدہ ہو تا ہے۔ الغرض قاضی عبدالودود کا اسلوب تحقیق دل کو بھاتا ہے اور ذہن کو طمانیت بخشتا ہے۔

حافظ محمود شیرانی اور قاضی عبد الودود کے بر عکس پروفیسر سیّد مسعود حسن رضوی ادیب نے اپنی تصنیف ''آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ'' میں ہمدردانہ اور مدافعانہ رویہ اپنایا ہے۔انہوں نے آزاد کی ہمدردی اور حمایت میں بڑی شد و مد سے لکھا ہے۔

ادیب اعلیٰ پائے کے نقاد ہیں اور تحقیق و تنقید میں کئی کتابیں ان سے یاد گار ہیں۔ادیب کا طرز تنقید و تحقیق دلچسپ ہے۔آزاد نے ولی دکنی کو ایک جگہ ''نظم اُردو کی نسل کا آدم'' اور ایک جگہ ''بنی نوع شعرا کا آدم'' کہا ہے۔یعنی ان کو اُردو کا پہلا شاعر مانا ہے۔معترض کہتے ہیں کہ ولی سے پہلے دکن میں بہت سے اُردو کے شاعر گزر چکے تھے۔آزاد ان سے واقف نہ تھے۔اس لیے یہ غلط نظریہ قائم کر لیا۔

ادیب لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ آزاد نے دکھنی یا ریختہ یا اُردو کا فرق نظر میں رکھ کر ولی کو اُردو کا پہلا شاعر قرار دیا ہے، دکنی کا نہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ولی ہی کے اثر سے اُردو شاعروں کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو کہ آج تک جاری ہے۔

لسانیات کا مشہور عالم اور ہندوستان کی زبانوں کو زبر دست ماہر ڈاکٹر گریرسن، بھی ولی کو بابائے ریختہ اور شمالی ہند کے اُردو شاعروں کو اس کا مقلد کہتا ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں:

"It was in the Deccan taht Hindostani, under the form of Urdu,first received cultivation, and it was at the hands of Wali of Aurangabad, the father of Rekhta, that a standardof literary form was given to it.Wali's example was followed at Delhi, and from thence the poetical literature of Urdu spread over Northern India."(12)

آزاد نے میر زا مظہر کی حسن پسندی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس پر حافظ محمود شیرانی اور قاضی عبد الودود نے سخت اعتراضات کیے ہیں لیکن ادیب نے مختلف روایتوں کے پیشِ نظر آزاد کے بیان کو درست اور جائز قرار دیا ہے۔

میر کی نازک مزاجی اور بے دماغی کے ذیل میں آزاد نے بہت کچھ لکھا ہے۔ناقدین نے اس پر بھی سخت اعتراضات کیے ہیں۔ادیب لکھتے ہیں کہ میر کی عظمت اور ان کے اخلاقی اوصاف سب تسلیم لیکن ان کی منکسر المزاجی تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ایک اعتراض عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ آزاد نے ذوق کو غالب پر ترجیح دے کر بڑی ناانصافی کی ہے۔

ادیب لکھتے ہیں کہ بے شک آزاد کو ذوق سے بڑی عقیدت تھی لیکن آزاد نے غالب کی بھی مناسب تعریف کی ہے:

''آزاد نے اپنی کتاب نیرنگ خیال میں جب شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار لگایا اور اردو شاعروں کو اس میں جگہ دی تو غالب کو کسی سے نیچے نہیں بٹھایا۔''(۱۳)

الغرض ادیب نے آزاد کے دفاع میں مدلل مداحی سے کام لیا ہے لیکن شیرانی اور قاضی عبد الودود کے مقابلے میں ان کا دفاع خاصا کمزور نظر آتا ہے۔حافظ محمود شیرانی اور قاضی عبد الودود کا تنقیدی کینوس بہت وسیع نظر آتا ہے جبکہ ادیب نے چند اعتراضات کا جواب دیا ہے۔مجموعی طور پر آب حیات کے ناقدین میں حافظ محمود شیرانی کا پایہ سب سے بلند نظر آتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شیرانی،حافظ محمود،مقالات حافظ محمد شیرانی(جلد سوم)،لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۶۹ء،ص ۲۷

۲۔ شیرانی،حافظ محمود،مقالات حافظ محمد شیرانی(جلد سوم)،لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۶۹ء،ص ۴۹

۳۔ ایضاً

۴۔ آزاد محمد حسین، آب حیات،لاہور: کریمی پریس، ۱۹۱۷ء،ص ۵۶

۵۔ آزاد محمد حسین، آب حیات،لاہور: کریمی پریس، ۱۹۱۷ء،ص ۲۲

۶۔ آزاد محمد حسین، آب حیات،لاہور: کریمی پریس، ۱۹۱۷ء،ص ۹۴

۷۔ آزاد محمد حسین، آب حیات،لاہور: کریمی پریس، ۱۹۱۷ء،ص ۱۰۷

۸۔ آزاد محمد حسین، آب حیات،لاہور: کریمی پریس، ۱۹۱۷ء،ص ۱۳۹

۹۔ ادیب، مسعود حسین رضوی، آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ، لکھنؤ، کتاب نگر، ۱۹۵۳، ص ۳۳

۱۰۔ آبِ حیات، ص ۱۷۸

۱۱۔ قاضی عبدالودود، محمد حسین آزاد بحیثیت محقق، پٹنہ: ادارہ تحقیقات اردو، ۱۹۸۴ء ص ۱

۱۲۔ گریرسن بحوالہ مسعود حسین رضوی ادیب، آب حیات کا تنقیدی مطالعہ، ص ۲۴

۱۳۔ مسعود حسنین رضوی، آب حیات کا تنقیدی مطالعہ، ص ۶۹